رسائل و مسائل

پراویڈنٹ فنڈ اور سود

ملازمین کی تنخواہوں سے جو پراویڈنٹ فنڈ منہا کیا جاتا ہے اس پر حکومت یا کوئی آجر جو منافع دیتا ہے' اسے سود تصور کر کے بہت سے لوگ نہیں لیتے۔ کچھ علما کا یہ موقف میرے علم میں آیا ہے کہ اس اضافی رقم کی نوعیت سود کی نہیں ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ نیز اس فنڈ سے جو قرض سود پر لیا جاتا ہے' اس کا کیا حکم ہو گا؟

ملازمین کے جبری پراویڈنٹ فنڈ پر حکومت یا کوئی دوسرا آجر اپنی طرف سے جو اضافی رقم سود کے نام سے دیتا ہے وہ سود نہیں ہے۔ "سود (ربا) قرض پر اضافے کو کہتے ہیں جبکہ بطور شرط کے لیا جائے۔ مگر ملازم کی اجرت سے کاٹی گئی پراویڈنٹ فنڈ کی رقم اس کی ملکیت اور قبضے میں ہی نہیں آتی تو قرض دینے اور اس پر زائد رقم لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگرچہ ملازم کے اکاؤنٹ میں یہ رقم لکھی جاتی ہے لیکن یہ ملکیت اور قبضہ نہیں ہے' کیونکہ اسے تصرف کا اختیار نہیں ہوتا۔ ملکی قانون کی رو سے بھی یہ ملازم کی ملکیت نہیں ہے' اسی لیے تو اس پر ٹیکس نہیں لگتا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس اضافی رقم کی حیثیت کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ تنخواہ سے کاٹی گئی رقم تو ملازم کی تنخواہ کا ایک حصہ ہی ہے۔ باقی رہی اضافی رقم' تو اس کی دو حیثیتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ اسے آجر کی طرف سے ملازم کی مالی اعانت تصور کیا جائے' جو ریٹائر ہونے کے وقت کی جاتی ہے۔ اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ تبرع اور احسان کا وعدہ پورا کرنا اخلاقاً تو ضروری ہے مگر اسے عدالت کے ذریعے جبراً پورا نہیں کروایا جاسکتا' مگر اس اضافی رقم کو ملازم عدالت کے ذریعے قانوناً بھی وصول کر سکتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ آجر یا حکومت جب کسی رعایت کا اعلان کر کے اس کے قواعد و ضوابط بنا لے تو یہ حق بن جاتا ہے جسے عدالت کے ذریعے قانوناً وصول کیا جاسکتا ہے۔

دوسری حیثیت اس زائد رقم کی یہ سمجھی جاسکتی ہے کہ یہ بھی تنخواہ کا حصہ ہے۔ اس لیے کہ جب

تقرری کے وقت یہ طے ہو جاتا ہے ' یا ملکی قانون میں معروف و مشہور ہوتا ہے ' کہ اتنی رقم اصل تنخواہ سے کاٹی جائے گی اور مخصوص تناسب سے کچھ رقم حکومت اپنی طرف سے جمع کرے گی ' فریقین کو اس کا علم بھی ہے ' اور وہ اس پر راضی بھی ہیں ' تو یہ زائد رقم بھی ملازم کی اجرت میں شامل ہو گئی ہے ۔ البتہ اس کی ادائیگی ریٹائر ہونے کے وقت کی جائے گی ۔ جیسے ملازمین کو اصل تنخواہ کے علاوہ کچھ دوسری مراعات حاصل ہوتی ہیں جن کو اجرت کا نام نہیں دیا جاتا لیکن حقیقت میں وہ شرائط ملازمت کے اعتبار سے اجیر کی اجرت اور معاوضہ میں شامل ہیں ۔

بادی النظر میں تو اس اضافی رقم کی حیثیت اعانت کی معلوم ہوتی ہے لیکن یہ دوسری حیثیت بھی بن سکتی ہے ۔ بہرحال اس کی حیثیت جو بھی ہو ' ربا یہ نہیں ہے ' اس لیے کہ نہ کسی نے قرض دیا ہے اور نہ کسی نے لیا ہے کہ اس پر زائد رقم کے لین دین کو سود کہا جا سکے ۔ مولانا اشرف علی تھانوی اور مفتی کفایت اللہ نے بھی پراویڈنٹ فنڈ پر دی جانے والی زائد رقم کو جائز قرار دیا ہے (امداد الفتاوی ' ج ۳ ' ص ۱۴۹ ۔ کفایت المفتی ' ج ۸ ' ص ۹۲)

ایک اور سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ آج اس فنڈ کو سودی کاروبار میں لگاتا ہے لیکن اس لحاظ سے تو تمام اشیا میں بالواسطہ سود موجود ہے جس میں پوری قوم گرفتار ہے ۔ اسی لیے تو ہم کہتے ہیں کہ اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد تیز ترکی جائے تاکہ ہم اس معصیت سے نجات پا سکیں ۔

البتہ ملازم نے اپنی مرضی سے اپنا پراویڈنٹ فنڈ بیمہ کمپنی یا کسی ایسے ادارے کو منتقل کرا دیا ہو جو اس پر سودی کاروبار کرتا ہو تو اس صورت میں اضافی رقم سود ہو گی ۔ اس لیے کہ ملازم نے گویا قبضہ لینے کے بعد اپنا مملوک مال سودی کاروبار کے لیے دیا ہے ' جو جائز نہیں ہے ۔

باقی رہا مسئلہ اختیاری پراویڈنٹ فنڈ کا جو ملازم نے اپنی مرضی سے بچت کر کے کٹوایا ہو ' تو اس پر بھی اضافی رقم لینا عین ربا معلوم نہیں ہوتا ' اس لیے کہ کٹوانا حقیقی قبضہ نہیں ہے ' لیکن حکماً قبضہ ہے اس لیے کہ اگر نہ کٹواتا تو وصول کر سکتا تھا اس لیے اختیاری پراویڈنٹ فنڈ پر اضافہ لینا شبہ ربا ہے اور اس سے اجتناب کرنا چاہیے ۔

(۲) ملازم اپنے پراویڈنٹ فنڈ کے اکاؤنٹ سے جو رقم قرض کے نام پر لیتا ہے ' اور اس کے ساتھ قواعد کے مطابق سود کے نام پر مزید رقم ملا کر واپس اپنے فنڈ میں جمع کرواتا ہے ' تو بادی النظر میں یہ بھی سودی لین دین نہیں ہے ۔ اس لیے کہ جو اضافی رقم وہ سود کے نام سے دیتا ہے وہ آجر کے اکاؤنٹ میں جمع نہیں ہوتی بلکہ ملازم کے اپنے اکاؤنٹ میں جمع ہوتی ہے ' اسی طرح آجر جو رقم قرض کے نام پر اس ملازم کو دیتا ہے وہ شرعی لحاظ سے قرض نہیں ہے بلکہ ملازم کی اپنی تنخواہ سے کاٹی ہوئی

رقم کا ایک حصہ ہے جو قواعد وضوابط کے مطابق اسے اس شرط کے ساتھ دیا گیا ہے کہ وہ اتنی رقم مزید ملاکر لی گئی رقم کو واپس اپنے پراویڈنٹ فنڈ اکاؤنٹ میں جمع کرے گا۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے کچھ رقم بچاکر اپنے پاس رکھی ہے تاکہ ضرورت کے وقت اسے استعمال کر سکے' لیکن شدید ضرورت کے وقت وہ اس رقم سے کچھ لے کر خرچ کر لیتا ہے' مگر بعد میں اس رقم کے ساتھ کچھ اور ملاکر دوبارہ جمع کر لیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تو نہ قرض ہے اور نہ سود ہے۔

ظاہر ہے کہ اپنا حق یا اس کا کچھ حصہ وصول کر کے دوبارہ آجر کو مزید ملاکر دینا سودی قرض کا لین دین نہیں ہے' بلکہ آجر اور اجیر کے درمیان ایک طے شدہ معاملہ ہے۔ یہ نہ جوا ہے' نہ سود ہے' اور نہ کوئی اور غیر شرعی معاملہ ہے۔

باقی رہتی یہ بات کہ ملکی قانون میں اس کو قرض کہا جاتا ہے' اور اس پر زائد رقم کو سود' تو یہ وضعی اصطلاحات ہیں جن سے احکام تبدیل نہیں ہوسکتے۔ (گوہر رحمٰن)

حصص کی خرید و فروخت

حصص کا کاروبار دو طریقے سے ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ان کی خرید و فروخت کلیرنگ کے ذریعے ہوتی ہے جس کا اعلان اسٹاک مارکیٹ کرتی ہے۔ اس دن ادائگی کر کے حصص کی ڈلیوری ملتی ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کچھ حصص کا سودا کیا گیا اور کلیرنگ سے پہلے قیمت میں اضافہ ہوگیا۔ اب یہ حصص بیچ کر جو فرق ہوا' بغیر کچھ ادائگی کیے یا شیئرز کی ڈلیوری کیے' منافع کی صورت میں حاصل کر لیا۔ یہی صورت حال حصص کی فروخت کی ہے۔ آج ہم نے کچھ فروخت کیے اور بغیر کلیرنگ مالیت کم ہوگئی تو انھیں دوبارہ خرید لیا گیا۔ جو فرق ہوا وہ منافع کی صورت میں مل گیا۔ آپ یہ بتایے کہ کیا بغیر ادائگی اور بغیر ڈلیوری حصص کا لین دین اور جو فرق ہے اس کا لینا دینا جائز ہے؟ واضح رہے کہ اگر حصص خریدنے کے بعد ان کی قیمت کم ہوگئی تو ہم کو کلیرنگ پر ادائگی کر کے حصص لینا پڑیں گے اور ان کی قیمت بڑھنے کا انتظار کرنا ہوگا۔ یہ بھی واضح رہے کہ بغیر کلیرنگ حصص کے کاروبار کا جو طریقہ ہے اس میں نفع اور نقصان دونوں ہوتے ہیں۔

لمیٹڈ کمپنی کے حصص (شیئرز) میں سرمایہ کاری اور نفع و نقصان میں شرکت کی بنیاد پر خریدنا جائز ہے۔ ہر شیئر ہولڈر اپنے حصے کے تناسب سے کمپنی کے نقد سرمائے اور اثاثوں کا مالک بن جاتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ کمپنی کا اصل کاروبار شرعاً حلال ہو۔ اس لیے کہ حرام کاروبار کرنا' مثلاً شراب کا کارخانہ لگانا' سود اور جوئے پر مشتمل کمپنی قائم کرنا' شخصی طور پر بھی جائز نہیں ہے' اور ان میں شریک ہونا بھی جائز